ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.7 No.4 2023

عالمی دنیا کے شاتمین اور ان کا انجام: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

THE SHATMINS OF THE GLOBAL WORLD AND THEIR END: AN EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY

☆محمد حسنین

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ABSTRACT

After the demise of the Holy Prophet (PBUH) the responsibility of the Islamic State and the leadership of the Ummah fell on the shoulders of Siddique Akbar (Radi Allahu Anhu). An epidemic of sedition and apostasy spread throughout Arabia, the neo-Muslim tribes whose faith was not fully established in their hearts began to apostatize one by one, hypocrisy was spreading everywhere and Jews and Christians were also looking at Muslims with tempted eyes. On the other hand, many false claimants of prophethood were born, some tribes refused to give zakat, along with all these difficulties, the campaign of death was also faced by the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) in Syria under the leadership of Hazrat Osama Bin Zayd (RA). had ordered to send, this army was at some distance outside Madinah when it returned after receiving the news of the Holy Prophet (peace be upon him).

انسان کی جبلت میں خیر وشر دونوں چیزوں کا مادہ رکھا گیا ہے، لیکن شر کی جبلت خیر کی نسبت زیادہ تیزی سے فروغ پاتی ہے۔ یہی بد طینت اور بد فطرت لوگ خیر سے محروم ہونے کے باوصف انبیاء ورسل علیہم السلام اور سلف صالحین کا مذاق اڑاتے اور دشنام طرازی کرتے رہے ہیں۔ پہلے رسول سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور نبی ﷺ تک یہ سلسلہ جاری رہا، لیکن افسوس درافسوس کچھ ناپاک لوگوں نے انبیاء ورسل علیہم السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی یہ مذموم سلسلہ جاری رکھا اور وہ انبیاء کی اہانت کرتے رہے ہیں، خصوصاً نبی محتشم ﷺ کے ساتھ غیر مسلموں کا رویہ انتہائی غیر منصفانہ، بداخلاقانہ اور تعصبانہ رہا ہے، یہی وہ رویے تھے جس کی وجہ سے اہل ایمان اور اہل کفر کے درمیان ایک خط تنسیخ اور حد فاصل قائم رہی، اور اس میں اضافہ اس وقت اور ہو گیا جب اشرار نے سبّ و شتم کی روش قائم رکھی اور پیغمبر اسلام کے خلاف ہرزا سرائی کا سلسلہ قائم رکھا۔

حضور ﷺ کے دنیا سے وصال کے بعد ریاستِ اسلامیہ کی گونا گوں ذمہ داریوں اور امّت کی قیادت کا بار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر پڑا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات اور حوادثات کیساتھ ہوا کیونکہ حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنتے ہی سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کی وبا پھیل گئی، نومسلم قبائل جن کے دلوں میں ایمان پوری طرح راسخ نہیں ہوا تھا ایک ایک کرکے مرتد ہونے لگے ہر طرف نفاق پھیل رہا تھا اور یہود و نصاری بھی مسلمانوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے، دوسری جانب متعدد جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے، بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ان تمام مشکلات کیساتھ موتہ کی مہم بھی درپیش تھی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام بھیجنے کا حکم دیا تھا ابھی یہ لشکر مدینہ سے باہر کچھ فاصلہ پر ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات پا کر واپس آ گیا۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی: مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم دیا تو حالات کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے اصحاب پیغمبر ﷺ نے مخالفت کی کہ ایسی نازک حالت میں جبکہ ہر طرف سے فتنے سر اٹھائے کھڑے ہیں فوج کو مرکزِ خلافت سے دور کرنا مناسب نہیں اس سے قبل ان فتنوں اور بغاوتوں کا تدارک ضروری ہے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کیساتھ انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو جسکی روانگی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے نہیں روک سکتا"۔[1]

اس قدر نازک اور نامساعد حالات بھی عزمِ صدیقی میں کوئی لغزش پیدا نہیں کرسکے انہوں نے مصلحتِ وقت اور حالات کے تغیر و تبدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم دیدیا اور خود لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لیے دور تک اس طرح تشریف لے گئے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے اور امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد طلیحہ بن خویلد اسدی جس نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں مرتد ہو کر دعویٰ نبوت کیا تھا اور اب اپنی ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف تھا اور اسکی جمعیت اسقدر بڑھ گئی تھی کہ سمیرا میں رہنا دشوار تھا۔ اس لیے ان لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم ہونا پڑا، ایک حصہ ابرق میں اور دوسرا حصہ مقام ذی القصہ ؔمیں اقامت گزیں ہوا۔ انہوں نے ایک وفد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اس وفد کا مقصد دارالخلافہ میں مسلمانوں کی جمعیت کا اندازہ لگانا اور امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آئندہ کے طرز عمل کا پتہ لگانا تھا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں :

" وارسلو الی المدینۃ یبذلون الصلوۃ ویمنعون الزکاۃ فقال ابو بکر واللہ لو منعونی عقالا لجاھدتم علیہ وکان عقل الصدقۃ علی اھل الصدقۃ وردھم فرجع وفدھم"۔[2]

طلیحہ کے وفد نے ادائیگی نماز کیساتھ زکوۃ نہ دینے کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر انکار فرمادیا اور زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور فرمایا اگر زکوۃ کے اونٹ کی ادنی سی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو اس پر بھی میں ان کے خلاف جہاد و قتال کرونگا۔ باوجودیکہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد مدینہ میں حفظ و دفاع کیلئے کوئی خاص جمعیت نہیں تھی۔

مرتدین کا مدینہ پر حملہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر طلیحہ کا وفد مایوس اور ناامید ہو کر واپس چلا گیا اور انہی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند دنوں کے بعد رات کے وقت مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں:

" حتی طرقو ا المدینۃ غارۃ مع اللیل وخلفوا بعضھم بذی حسی لیکونوا لھم رد ائً"۔[3]

---

[1] ندوی، شاہ معین الدین، احمد، "تاریخ اسلام" ناظر پریس غضنفر اکیڈمی پاکستان جیل روڈ کراچی، ۱۹۷۵ء ج:۱، ص:۹۰

[2] ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن علی الکرم محمد بن محمد ابی عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی "الکامل فی التاریخ" دارالکتاب العربی بیروت لبنان، ج:۲، ص:۲۰۲

[3] ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن علی الکرم محمد بن محمد ابی عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی "الکامل فی التاریخ"۔ ج:۲، ص:۲۰۲

مسلمانوں کی ایک جماعت نے انکے حملے کو روکا اور ساتھ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دی گئی جب امیر المومنین کو اس حملہ کی اطلاع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ ان تمام اصحاب کیساتھ جو مسجد میں موجود تھے انکے مقابلہ کے لیے نکلے اور مقام ذی حسی تک دشمن کا تعاقب کیا اور دوسرے دن صبح صادق سے پہلے مرتدین پر حملہ کر دیا اور اللہ اکبر کے نعرے لگا کر کفار کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا دشمن اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ بہت سارے قتل ہوئے اور کچھ جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئے۔ مسلمانوں نے مال غنیمت سمیٹ کر مقام ذی القصہ تک دشمن کا تعاقب کیا اور نعمان بن مقرن کو کچھ آدمی دیکر وہاں ٹھہرنے کی تاکید فرمائی اور خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں سے مدینہ واپس ہوئے۔ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی کامیابی تھی جو اللہ کی مدد و نصرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمانِ محکم جرأت و استقامت کی بدولت مسلمانوں کو حاصل ہوئی ورنہ مسلمانوں کی جمعیت اسقدر قلیل تھی کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کس طرح بھی عہدہ بر آنہ ہوسکتے تھے، اس کے کچھ دن بعد لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ فتح و کامیابی کے جھنڈے اڑاتا ہوا کثیر مالِ غنیمت کیساتھ شام سے مدینہ واپس آیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب نے مدینہ سے باہر نکل کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھیوں کا استقبال کیا اور مسلمانوں کی فتح و کامیابی اور سلامتی پر سب نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ لشکر کشی مسلمانوں کیلئے زبردست نعمت اور فالِ نیک ثابت ہوئی کیونکہ عرب کے بہت سے قبائل جو ارتداد کا سوچ رہے تھے اس لشکر کی فتح و کامیابی سے مرعوب ہوگئے اور کہنے لگے اگر اصحاب محمد ﷺ کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو وہ اتنا بڑا لشکر نہیں بھیج سکتے تھے چنانچہ وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

مرتدین کے خلاف جہاد

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام فوج کو گیارہ حصوں میں تقسیم کر دیا، ہر دستہ میں ایک امیر اور ہر امیر کو ایک جھنڈا دیا پہلا جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا اور انہیں طلیحہ کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا، دوسرا جھنڈا اکرمہؓ بن ابی جھل کو دیا اور انہیں مسیلمہِ کذاب کی طرف روانہ فرمایا، تیسرا جھنڈا مہاجر بن امیّہ رضی اللہ عنہ کو دے کر اسود عنسی کی فوجوں کی طرف روانہ کیا اسطرح باقی جھنڈے دیگر اصحاب کو دے کر دوسرے مرتدین کے خلاف روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کے خلاف جنگ آزما ہونے کی تیاریاں کر کے اس کے لشکر گاہ کا رخ کیا مقام بزاخہ پر دونوں فریقین میں مقابلہ شروع ہوا۔

علامہ جریر طبری لکھتے ہیں :

" طلیحہ کی طرف سے بنی فزارہ کا سردار عیینہ بن حصن اپنی قوم کے سات سو افراد کیساتھ لشکر اسلام سے بر سر پیکار ہوا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسقدر شدّت کیساتھ حملے کیے کہ مخالفین کے منہ پھیر دیئے اسوقت طلیحہ اپنی اونی خیمے کے صحن میں چادر اوڑھے نبی بنا بیٹھا تھا اور باہر میدان میں خونریز جنگ ہو رہی تھی جب عیینہ کو اپنی شکست کا خطرہ محسوس ہونے لگا وہ میدان کارزار سے طلیحہ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کیا جبرائیل تمہارے پاس آئے ؟ اس نے کہا ابھی تک تو نہیں آئے، عیینہ معرکے میں آکر پھر لڑائی میں شریک ہو گیا جب اسکو دوبارہ جنگ کی شدت نے پریشان کیا۔ وہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور کہا " کیا اب بھی جبرائیل علیہ السلام نہیں آئے ؟ " اس نے کہا " نہیں " عیینہ نے کہا " کب آئیں گے ؟ " ہمارا تو کام تمام ہوا مگر وہ پھر میدان جنگ میں پلٹ کر لڑنے لگا اور جب پھر اسے ناکامی نظر آئی وہ طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا " اب جبرائیل آئے ؟ " اس نے کہا " ہاں آئے " عیینہ نے پوچھا " انہوں نے کیا بات بتائی " ۔ طلیحہ نے کہا انہوں نے مجھ سے کہا ہے۔ " ان لک رحی کر حاہ وحدیثًا لا تنساہ " عیینہ کو یہ سنکر کامل یقین ہو گیا کہ یہ شخص کذاب ہے آخر میدان جنگ میں آکر اپنے آدمیوں سے کہنے لگا " اے بنی فزارہ! مُفت میں اپنی جانیں برباد نہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کرو اور جنگ سے کنارہ کش ہو جائو" انکے جانے سے جنگ کا نقشہ بالکل تبدیل ہو گیا مرتدین بھاگ طلیحہ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے "اب کیا حکم ہے؟" اس نے کہا "جو میری طرح بھاگ کر جان بچا سکتا ہے وہ بھاگ جائے" طلیحہ اپنی بیوی کے ہمراہ وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا"۔[1]

طلیحہ کو فیصلہ کن شکست ہوئی اور اس شکست کیساتھ ہی طلیحہ کی تمام ترجمیعت ختم ہو گئی اور اس کی تمام امیدوں کا قلعہ زمین بوس ہو گیا طلیحہ کی شکست اور فرار کے بعد عیینہ بن حصن گرفتار ہو گیا اور اسے مدینہ منورہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

طلیحہ بن خویلد کا قبول اسلام

اس شکست کے بعد بنی اسد اور بنی غطفان مسلمان ہو گئے اور انکے ساتھ طلیحہ بھی دامن اسلام میں آباد ہو گیا۔

علامہؒ جریر طبریؒ لکھتے ہیں

" طلیحہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں عمرہ کرنے مکہ مکرمہ روانہ ہوا جب آپؓ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اب میں اس کے ساتھ کیا کروں جانے دو اللہ نے اسے اسلام کی ہدایت دے دی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی"۔[2]

اس طرح جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی کا فتنہ ختم ہوا اور مرتد قبائل دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

فتنۂ سجاح بنت حارث

خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ایک عورت سجاح بنت حارث نے بھی دعوی نبوت کر دیا۔ سجاح ہوازن کے قبیلہ بنو تمیم میں پیدا ہوئی اور اسکا نشو ونما عرب کے شمال مشرق میں ہوا، سجاح مذہباً عیسائی اور نہایت فصیحہ اور بلند حوصلہ عورت تھی جودتِ طبع جدتِ فہم اور اصابت رائے میں نظیر نہ رکھتی تھی اس کے علاوہ وہ اپنے زمانہ کی مشہور کاہنہ تھی جب سجاح نے اپنے اوصاف اور ہونہار فطرت پر نظر کی اور دیکھا کہ مسیلمہ نے حالت پیری میں دعوی نبوت کر کے اتنا عروج حاصل کر لیا ہے اسے بھی اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ مقام حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ مسیلمۂ کذّاب کے نقش قدم پر چل کر نبوت اور وحی کی دعویدار بن گئی سب سے پہلے بنی تغلب نے اس کی نبوت کو تسلیم کیا جس کی وجہ سے اس میں مزید قوت پیدا ہو گئی، ہذیل بن عمران جو بنو تغلب کا ایک نامور سردار تھا نصرانیت چھوڑ کر سجاح کا مرید بن گیا۔

سجاح کی مسیلمہ کے خلاف لشکر کشی

سجاح کو جب قوت حاصل ہو گئی تو اس نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا چنانچہ جھوٹی من گھڑت اور مسجع عربی عبارات میں خطوط لکھ کر قبائل عرب کے پاس روانہ کیے مالک بن نویرہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اسے صلح کی دعوت دی جسے اس نے قبول کر لیا اور اس کے ساتھ مقابلے اور لڑائی سے باز رہا۔ بہت سے دوسرے قبائل بھی ترکِ اسلام کر کے سجاح کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے جن میں احنف بن قیس اور حارث بن بدر جیسے لوگ شامل تھے۔ مالک بن نویرہ نے اسے بنو تمیم پر

---

[1] طبری، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، علامہ "تاریخ طبری" نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی اپریل ۲۰۰۴ء ج:۲، ص:۶۳

[2] طبری، "تاریخ طبری" ج:۲، حصہ دوئم ص:۶۷

لشکر کشی کا مشورہ دیا سجاح نے اپنے لاؤ لشکر کیساتھ بنو تمیم پر حملہ کر دیا بنو تمیم سجاح کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور وکیع بن مالک سجاح سے مل گیا۔ البتہ قبائل بنی رباب اور ضبہ نے ملکر سجاح کا خوب مقابلہ کیا جس میں سجاح کو شکست ہوئی اور اس کے کئی جنگ آزمودہ سردار گرفتار ہو گے۔

سجاح کی اپنی قوم کے نام وحی

اس کے بعد دونوں قبیلوں نے سجاح سے مصالحت کر لی۔ اس کے بعد سجاح نے اسی رات ایک مسجع عبارت تیار کی اور صبح کے وقت فوج کے سرداروں کو اکٹھا کر کے کہنے لگی اب میں بحکم الہی بذریعہ وحی یمامہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں پھر اس نے اپنے لشکر کو وحی سنائی۔

'' علیکم بالیمامۃ و دفوا دفیف الحمامۃ فانھا غزوۃ صرامۃ لا یلحقکم بعدھا ملامۃ''۔[1]

اس کے بعد سجاح اپنے لاؤ لشکر کیساتھ یمامہ کی طرف روانہ ہوئی۔

مسیلمہ کذاب کو جب سجاح اور اسکے لشکر کی اطلاع ملی تو وہ گھبرا گیا سجاح جب اپنے لشکر کیساتھ یمامہ آئی تو مسیلمہ نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا مسیلمہ نے حالات اور گردو پیش کا بغور جائزہ لیا اور اسکو یقین ہو گیا کہ اس سے جنگ و جدل کے ذریعہ معاملہ کرنا دشوار ہے۔ لہٰذا اس نے ایک چال چلی کہ عورت ذات ہے عیش و عشرت اور محبت کے جال میں پھانس کر ہی رام کی جائیگی۔ چنانچہ مسیلمہ نے سجاح سے درخواست کی کہ آپ میرے خیمے میں تشریف لے جا کر مجھے سرفراز فرمائیں، وہیں ہم دونوں اپنی نبوت کا تذکرہ کریں گے اور دونوں کے آدمی خیمے سے دور رہیں گے اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو گی سجاح نے اسکو منظور کر لیا۔ ملاقات کیلئے ایک خیمہ نصب کیا گیا جسکو عود اور لوبان کی دھونی سے معطر کیا گیا اور ارد گرد دس دس فوجی پہرہ دار کھڑے کر دیئے گئے اس کے بعد دونوں نے اپنی اپنی عربی مسجع عبارات ایک دوسرے کو وحی کا نام دیکر سنائی۔

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے:

'' فقالت لہ ! ما اوحی الیک ربک؟ قال الم ترالی ربک کیف فعل بالحبلی اخرج منھا نسمۃ تسعی بین صفاق وحشی۔ قالت! وماایضا؟ قال ان اللہ خلق النسآء افراجاً وجعل الرجال لھن ازواجاً فتولج فیھن ایلا جاثم تخر جھا اذا تشاء اخراجا فینتجنّ لنا سخالا انتا جا قالت اشھد انک نبی قال ھل لکِ ان اتزوجکِ واکل بقومی وقومک العرب؟ قالت نعم''۔[2]

اس ملاقات میں مسیلمہ نے سجاح کو مکمل طور پر اپنی محبت کے جال میں پھانس لیا تھا اور اس شرمناک اور شہوت انگیز ابلیسی وحی نے سجاح پر پورا پورا اثر کیا تھا اور مسیلمہ کی منہ مانگی مراد پوری ہو گئی تھی اور بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے اندر ہی اندر دونوں نے عقد کر لیا اور دونوں بستر زفاف پر عرب قوم پر غلبہ کے خواب دیکھنے لگے۔ تین روز کی ملاقات کے بعد جب سجاح اپنے لشکر میں واپس آئی تو اس کی فوج کے سرداروں اور فوجیوں نے جن کے صبر وانتظار کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا پوچھا کہ مسیلمہ سے کیا معاملہ طے ہوا؟ اس نے کہا:

---

[1] ابن اثیر، ''الکامل فی التاریخ''۔ ج:۲، ص:۲۱۰

[2] ابن اثیر، ''الکامل فی التاریخ''۔ ج:۲، ص:۲۱۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"وہ حق پر ہے اس لیے میں نے ان کی اتباع کی اور ان سے شادی کر لی اور میرے حق مہر کے عوض مسیلمہ نے دو نمازیں عشاء اور صبح اپنے پیروکار کیلئے معاف کر دی "۔[1]

مسیلمہ نے یمامہ کے نصف محاصل سجاح کو دینے کا وعدہ کیا لیکن سجاح نے اس سال کے محاصل کی فوری ادائیگی کا مطالبہ کیا مسیلمہ نے نصف محاصل تو اسی وقت دیدیئے اور باقی نصف محاصل کیلئے سجاح نے ہذیل، عقہ، اور زیاد کو مسیلمہ کے پاس چھوڑ دیا اور خود وہاں سے اپنے لاؤلشکر کے ساتھ جزیرہ کی طرف واپس روانہ ہوئی۔

سجاح مسلمان ہوگئی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے خلاف اپنا لشکر لیکر آرہے تھے۔ راستہ میں سجاح اور اسکے لشکر کیساتھ ملاقات ہوگئی سجاح اور اس کی فوج اسلامی لشکر کو دیکھ کر بدحواس ہو کر بھاگ نکلی اور خود سجاح جزیرہ میں مقیم ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے اور اس کی قوم نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام پر ہی اسکی موت واقع ہوئی۔

ابن اثیر لکھتے ہیں:

'' فلم تزل سجاح فی تغلب حتی نقلھم معاویۃ عام الجما عۃ وجاء ت معھم وحسن اسلامھم واسلامھا وانتقلت الی البصرۃ وماتت بھا وصلی علیھا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ وھو علی البصرۃ لمعاویہ ''۔[2]

اس سے معلوم ہوا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے بنی تغلب کو بصرہ میں آباد فرمایا سجاح بھی ان میں شریک تھی اور اسلام قبول کر لیا تھا اور اسی حالت میں وفات پائی اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔

مسیلمہ کے خلاف جنگ

دوسری طرف جب مسیلمہ کو معلوم ہوا کہ اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی سرکوبی کیلئے آپہنچے ہیں تو اس نے مجاعہ بن مرارہ کی قیادت میں اپنا لشکر مقام عقربا پر لا کر مورچہ زن کر دیا مسیلمہ تک پہنچنے میں صرف ایک دن کا سفر باقی تھا کہ حضرت خالد بن ولید نے شرجیل بن حسنہ کو مقدمۃ الجیش پر مقدم کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ شرجیل بن حسنہ نے مقامِ عقربا پہنچ کر سوتے ہوئے مجاعہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ دوسرے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے سوال وجواب کے بعد تمام افراد کو قتل کر دیا گیا سوائے مجاعہ بن مرارہ کے اسکو اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے قید کر لیا۔ اسی اثنا میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمک کیلئے ایک فوجی دستہ بھی روانہ فرمادیا جس کے سپہ سالار سلیط رضی اللہ عنہ تھے۔ امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سلیط رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امداد کیلئے ان کے عقب میں رہیں تاکہ غنیم خالد کو عقب سے ضرب نہ لگائے اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین پر دھاوا بول دیا، لشکر اسلام اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے بنی حنیفہ پر اسطرح ٹوٹ پڑا جس طرح بھوکا شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

---

[1] طبری، "تاریخ طبری" ج:۲، ص:۶۷

[2] ابن اثیر، "الکامل فی التاریخ۔" ج:۲، ص:۲۱۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اہل ارتداد اس حملے کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے گھمسان کا رن پڑا۔ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا تو کبھی کافروں کا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ جب تک کہ مسیلمہ کو موت کے گھاٹ نہ اتارا گیا دشمن پر غلبہ حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس لیے آپ اس کوشش میں سرگرم ہوئے کہ کوئی موقعہ ملے تو وہ خود مسیلمہ کو قعرِ جہنم میں پہنچائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابلہ میں مبارز طلب کیا پھر دو مسیلمی حریفوں سے مقابلہ ہونے لگا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جو مسیلمی بھی آیا آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر دیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیلے ہی مسیلمی لشکر کے بڑے بڑے نامی گرامی سورماؤں کو واصلِ جہنم کرنے میں کامیاب ہو گئے، یہاں تک کہ لشکر اعداء میں ہل چل مچ گئی اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو للکارا اور از سرِ نو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسکو مسیلمہ نے مسترد کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑا کر اس کی طرف گئے مگر وہ دھوکہ دیکر نکل گیا اور اسکا لشکر بھی اس کے پیچھے بھاگ نکلا اور قریبی باغ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ محکم بن طفیل جو مسیلمی لشکر کا سپہ سالار تھا حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا"۔[1]

بنی حنیفہ نے باغ میں پناہ گزیں ہو جانے کے بعد باغ کا دروازہ اندر سے مضبوطی کیساتھ بند کر لیا تھا۔ مسلمان باغ کے دروازے پر پہنچے دروازہ بند دیکھ کر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جو نہایت قوی اور بہادر سپاہی تھے نے کہا مجھے دیوار پر سے باغ کے اندر پھینک دو میں جا کر دروازہ کھول دونگا انہیں باغ کی دیوار سے اندر پھینک دیا گیا انہوں نے دشمن کو دروازہ سے مار بھگایا اور پھر مسلمانوں کے لیے دروازے کو کھول دیا اب مسلمان باغ کے اندر داخل ہو گئے اور مسیلمی لشکر کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگے جب مسیلمہ کو اپنے بچنے کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے ایک دستہ کو ساتھ لیکر لڑتا ہوا باغ سے باہر نکلا جوں ہی باغ سے باہر آیا تو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی نے (جو اب لشکر اسلام میں داخل تھے) ایسا نیزہ مارا کہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کیساتھ اس پر وار کر دیا اسطرح دشمن اسلام مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا"۔[2]

جب مسیلمہ مارا گیا تو مسیلمی لشکر بد حواس ہو کر بھاگنے لگا جن پر چاروں طرف سے تلوار پڑنے لگی اور مسیلمی خون سے زمین رنگین ہو گئی۔ اس طرح جھوٹے مدعی نبوت کے محل کی عمارت زمین بوس ہو گئی اور اس کی جھوٹی نبوت بھی مجاہدین ختم نبوت کے ہاتھوں میدان یمامہ میں ہمیشہ کیلئے دفن ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے بارہ سو اصحاب جن میں جلیل القدر اصحاب کیساتھ کئی بدری صحابہ بھی شامل تھے قربان کروالیے لیکن ختم نبوت پر آنچ نہیں آنے دی اور نہ ہی جھوٹے مدعیِ نبوت کے وجود کو برداشت کیا۔

دور اموی کے شاتمین اور ان کا عبرتناک انجام

دور بنو امیہ کا آغاز جلیل القدر صحابی رسول کاتب وحی خال المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بانی خلافت امویہ عرب کے مشہور و معروف قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے، قبیلہ قریش کی چھوٹی بڑی دس شاخیں تھیں ان سب میں بنی ہاشم اور بنی امیہ دنیاوی وجاہت اور عظمت و شان میں ممتاز تھے بنی ہاشم تولیتِ کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں معزز اور محترم تھے اور بنو امیہ کو امارت اور کثرت تعداد کی بنا پر عظمت و شان حاصل تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سلسلہ خلافت چلتا ہوا خلیفہ عبد الملک بن مروان تک پہنچا۔ عبد الملک بن مروان بن

---

[1] طبری، "تاریخ طبری" ج:۲، ص:۸۹، ۹۰

[2] محمد رفیق، دلاوری، ابو القاسم، "آئمہ تلبیس" عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان مئی ۲۰۱۰ء، ص:۶۵، ۶۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حکم ۲۶ ہجری میں خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ عبد الملک کی نشو ونما مدینہ میں ہوئی اس طرح اس کو فضلائے مدینہ کی صحبت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا موقع ملا، علم وفضل کیساتھ ساتھ فہم وتدبیر ہمت وجرات اور عزیمت وشجاعت کی دولت سے بھی مالا مال تھا۔

فتنہ مختار بن ابی عبید ثقفی

خلیفہ بن عبد الملک بن مروان ۶۵ ہجری رمضان میں مسند خلافت پر متمکن ہوا اس کے دور خلافت میں ایک شخص مختار بن ابی عبید ثقفی نے دعوی نبوت کر دیا یہ ایک معمولی اور بے دین لیکن عالی دماغ اور حوصلہ مند شخص تھا۔ اس دور کی طوائف الملوکی اور بدنظمی کو دیکھ کر اس کے دماغ میں بھی حکومت کے حصول کا شوق پیدا ہوا ان دنوں وہ خارجی مذہب کا پیروکار تھا۔ اہل بیت کیساتھ سخت عناد رکھتا تھا، لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب اس نے دیکھا کہ مسلمان کربلا کے قیامت خیز واقع سے سخت رنجیدہ ہیں اور استمالت قلوب کا یہ بہترین موقع ہے اور اہل بیت نبوت کیساتھ بغض وعناد اس کے بام عروج پر پہنچنے میں سخت حائل ہے تو اس نے خارجی مذہب سے دستبردار ہو کر حبِّ اہلِ بیت نبوت کا دم بھرنا شروع کر دیا اور خون حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھا۔

خطبہ امام زین العابدین: مختار نے اپنی تحریک کو موثر بنانے کیلئے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس تحریک کیساتھ اس نے بہت سے گمراہ کن عقائد شامل کر لیے تھے جن سے امام موصوف واقف تھے اس لیے انہوں نے اس کی درخواست رد کر دی اور مسجد نبوی میں جاکر تقریر کر کے اس کے باطل عقائد ونظریات سے لوگوں کو آگاہ کیا اور فرمایا

”اس شخص نے محض لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اہل بیت نبوت کی دعوت کو آڑ بنایا ہے ورنہ اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں پھر اس کے بعد ان کے چچا محمد بن حنفیہ سے سرپرست بننے کی درخواست کی حضرت زین العابدینؒ کو معلوم ہوا تو ان کو بھی روکا اور کہا” اس نے محض لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کیلئے محب اہل بیت کا روپ بدلا ہے حقیقت میں اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ ان کے دشمنوں میں سے ہے دوستوں میں سے نہیں ہے“۔[1]

ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

”فنبئاهم انی وزیره وظهیره ورسوله وامرکم باتباعی وطاعتی فیما دعوتکم الیہ من قتال المحلین والطلب بدماء اهل بیت نبیکم المصطفین“۔[2]

محمد بن حنفیہ کی حمایت حاصل ہو جانے کے بعد مختار کے حامیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ ہزاروں آدمی اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کا گھر شیعان علی کا مرکز بن گیا ابھی تک مختار کی تحریک میں زیادہ تر عوام شریک ہوئے تھے کوئی ممتاز اور مقتدر آدمی مددگار نہ ملا تھا مختار کے پیرو نے کوفہ کی ایک ممتاز اور مقتدر شخصیت ابراہیم بن مالک الاشتر کو اپنے ساتھ ملانے کا مشورہ دیا ابراہیم بن مالک الاشتر پرانے شیعان علی میں سے تھا لیکن ابھی تک مختار کی تحریک میں شامل نہیں ہوا تھا۔

محمد بن حنفیہ کا فرضی خط: مختار نے ایک فرضی اور جھوٹا خط محمد بن حنفیہ کی جانب سے تحریر کیا اور اس کو لے کر ابراہیم بن الاشتر کی خدمت میں پہنچا اور خط ابراہیم بن الاشتر کو دے کر کہنے لگا” هذا كتاب من المهدى محمد بن على امير المومنين و هو خير اهل الارض اليوم وابن خير اهلها قبل اليوم بعد انبياء الله و رسوله وهو يسئالک ان تنتصر ناو تؤآزرنا “۔[1]

---

[1] مسعودی، ابوالحسن بن حسن علی المسعودی، ”تاریخ مسعودی“، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، نومبر ۱۹۸۵ء، ج:۳، ص:۱۰۴، ۱۰۵

[2] ابن اثیر، ”الکامل فی التاریخ۔“ ج ۳ ص ۲۹۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ابراہیم بن مالک الاشتر نے خط لیا اور پڑھنا شروع کیا متن خط کو نقل کرتے ہوئے ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

’’ من محمد المهدی الی ابراہیم بن مالک الاشتر سلام علیک فانی احمد اللہ الیک الذی لا الہ الا هوا ما بعد فانی قد بعثت الیکم وزیری وامینی الذی ارتضیتہ لنفسی وامراتہ بقتال عد وّی والطلب بد ماء اهل بیتی فانهض معهم بنفسک وعشیر تک و من اطاعک فانک ان نصر تنی واجبت دعوتی کانت لک بذ لک عندی فضیلۃ ولک أعنۃ الخیل و کل جیشٍ غازٍ وکل مصرو منبرو تخرظهرت علیہ فیما بین الکوفۃ وا قصی بلاد الشام فلما فرغ من قراء ۃ الکتاب قال قد کتب الی ابن الحنفیہ قبل الیوم و کتبت فلم یکتب الیّ الا باسمہ واسم ابیہ، قال المختار ان ذ لک زمان و هذا زمان‘‘۔[2]

اس تمام گفتگو اور غور و فکر کے بعد ابراہیم بن مالک الاشتر نے پوچھا کہ کون گواہی دیتا ہے کہ یہ خط محمد بن حنفیہ ہی نے لکھا ہے۔ یزید بن انس، احمر بن شمیط عبداللہ بن کامل اور مختار کی ایک جماعت نے گواہی دی کہ یہ خط محمد بن حنفیہ ہی نے لکھا ہے اس کے بعد ابراہیم اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور مختار کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

مختار کی والئی کوفہ کے خلاف بغاوت

مختار نے اپنے جھوٹے پروپیگنڈہ اور ابلیسی ذہن سے کام لیتے ہوئے ابراہیم کو اپنا ہم نوا بنالیا، ابراہیم بن الاشتر کی شمولیت سے اس کی تحریک میں جان پڑ گئی تھی اب اس نے اپنا کام بے خوف وخطر شروع کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے چند دنوں بعد مختار نے والئی کوفہ عبداللہ بن مطیع کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور ایک لشکر جرار کے ساتھ انکے قلعہ کا محاصرہ کر لیا عبداللہ بن مطیع نے جب تک ممکن ہو سکا مقابلہ کیا لیکن آخر کار ہتھیار ڈال دیئے اور کوفہ سے نکل گئے، کوفہ پر قابض ہونے کے بعد عراق اور دوسرے شہر بھی اس کے زیر نگیں آگئے اور ان پر اس نے اپنے عامل بھی مقرر کر دیئے۔ کوفہ پر قابض ہونے کے بعد سب سے پہلے ان آدمیوں کی فہرستیں مرتب کروائی جو ابن زیاد کیساتھ اس کے لشکر میں شریک تھے اور میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور انکے رفقاء کے خلاف کسی قسم کا حصہ لیا تھا اور حکم دیا کہ ان بد بختوں اور خبیثوں کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو اب کوفہ کے گلی کوچے قصاصِ حسین کی صداؤں سے گونجنے لگے۔

مفتی انتظام اللہ شہابیؒ لکھتے ہیں

’’کوفہ پر جب مختار کا تسلط ہوا تو اس نے چن چن کر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جو کسی طرح جان بچا کر بھاگ گیا، اس کے مکان کو کھدوا کر پھینک دیا گیا چنانچہ عمر بن سعد عبید اللہ بن اسید جہنی مالک بن بدی حمل بن مالک محاربی، خولی، زیاد بن مالک ضبعی، عمران بن خالد تشیری وغیرہ کو قتل کرا دیا اور بعض کی لاشوں کو آگ میں جلا دیا اور شمر ذی الجوشن کی لاش کو کتوں سے چیر پھاڑ کروا دیا‘‘۔[3]

جب مختار قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو چن چن قتل کر رہا تھا اس کا یہ کارنامہ سارے عالم میں گونج رہا تھا، دشمنان اہل بیت کے قلع قمع کرنے کے دوران پیروان ابن سبا اور غلاۃ شیعہ نے اطراف واکناف سے کوفہ کا رخ کر لیا اور مختار کے حواریین میں شامل ہو کر تملق وچاپلوسی کے انبار لگانے شروع کر دیئے بات بات پر مدح وستائش

---

[1] طبری، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، علامہ ’’تاریخ طبری‘‘ دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ، ۲۰۱۱ء، ج:۲، ص: ۲۷۴

[2] ابن اثیر، ’’الکامل فی التاریخ‘‘ ج ۳ ص ۲۹۳

[3] سجاد میرٹھی، ’’تاریخ ملت‘‘ ج:۱، ص: ۵۴۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کے پھول برسائے جاتے اورآسمان وزمین کے قلابے ملاکر مختار کو نبی یا وصی کے درجہ تک پہنچایا جاتا کہ اتنا بڑا کارنامہ عظیم نبی یا وصی کے بغیر کسی انسان سے ممکن نہیں، مختار کے دل و دماغ میں انانیت کے جراثیم پیدا ہوگئے اور آخر کار اس نے نبوت کا دعوی کرلیا۔

مختار کا دعوی نبوت

شاہ معین الدین احمدؒ لکھتے ہیں:

"مختار نے اپنے متعلق نزول وحی کا دعوی کیا، بداء یعنی خدا سے غلطی کے امکان کا عقیدہ ایجاد کیا اور ایک کرسی کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کرکے بنی اسرائیل کے تابوت سکینہ کی طرح مقدس اور وسیلہ فتح وظفر قرار دیا"۔[1]

اس دن سے اس نے مکاتبات و مراسلات میں اپنے آپ کو مختار رسول اللہ لکھنا شروع کردیا اور اپنی جھوٹی نبوت کے ثبوت کیلئے پیشین گوئیاں بھی شروع کردیں ۔ جھوٹے مدعی تائید ربانی اور نصرت الٰہی کی دولت سے محروم ہوتے ہیں اس لیے نقل کو اصل اور سراب کو سونا ثابت کرنے کیلئے انہیں حیلے بہانے اور شعبدہ بازیوں سے کام لینا پڑتا ہے، مختار بھی اسی اصول کے تحت اپنی من گھڑت وحی، معجزات اور پیشینگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے عجیب وغریب چالاکیاں کیا کرتا تھا چنانچہ مختار نے ایک مرتبہ اپنے عربی الہام میں اسماء بن خارجہ کے گھر کے جلنے کی پیشینگوئی کی اس کی پیشینگوئی کو ذکر کرتے ہوئے ابوالقاسم دلاوریؒ لکھتے ہیں:

"ورب السماء لینزلن نار من السماء فلیحرقن دار اسماء" اسماء بن خارجہ کو جب اس مختاری الہام کی خبر ہوئی تو اپنے گھر کا تمام مال واسباب نکال کر وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا لوگوں نے نقل مکانی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "مختار نے میرا گھر جلنے کی پیشینگوئی کی ہے اب وہ اپنا الہام پورا کرنے کیلئے ضرور میرا مکان نذر آتش کردیگا" چنانچہ ایسا ہی ہوا، رات کی تاریکی میں ایک شخص کو بھیج کر آگ لگوادی اور اپنے حلقہ مریدین میں ڈینگیں مارنے لگا کہ میری پیشینگوئی پوری ہوئی "۔[2]

اس طرح مختار نے اپنی جھوٹی نبوت کی دھاک بٹھانے کیلئے جھوٹ فراڈ اور حیلہ بازیوں سے کام لیا، مختار کی کذب بیانیوں سے متعلق خود مخبر صادق ﷺ کی پیشین گوئی بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔

مختار کی کذب بیانی بزبان حضور ﷺ

حضرت عدی بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"احذ رکم الدجالین الثلاث فقال ابن مسعود بابی انت وامی یارسول اللہ قد اخبر نا عن الدجال الاعور وعن أکذب الکذابین فمن الثالث؟ فقال رجل یخرج فی قوم أولھم مثبوروآخر ھم مثبورعلیھم اللعنۃ دائبۃ فی فتنۃ الجارفۃ وھو الدجال الأ یس یأکل عباداللہ"۔[3]

[1] ندوی، "تاریخ بنوامیہ" نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۹۸ء، ج:۲، ص:۸۳

[2] محمد رفیق، "آئمہ تلبیس" ص:۱۲۳

[3] مستدرک حاکم، الامام، الحافظ، ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری، "المستدرک علی الصحیحین" کتاب الفتن والملاحم، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج:۴، ص:۵۵۸

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اس سے معلوم ہوا مختار اپنے تمام تر دعوؤں میں جھوٹا اور کذاب تھا اور خون حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام کی تحریک بھی سیاسی مقاصد اور حصول حکومت کے لیے تھی نیز اہل بیت نبوت کی محبت کا دم بھی حصول اقتدار اور غلبہ کے لیے تھا اس کے علاوہ مختار نے اپنی تحریک کو مقبول بنانے اور اپنی جھوٹی نبوت کے مزید کرتب دکھانے کیلئے کرسی علی رضی اللہ عنہ کا ڈھونگ رچایا۔

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا عبرت ناک انجام

اس کے بعد مختار نے تمام قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو چن چن کر قتل کر دیا، کچھ کو زندہ جلا دیا اور کچھ کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا کر چھوڑ دیا۔ مختار نے ابن زیاد کا سر ایک ڈبہ میں رکھ کر محمد بن حنفیہ اور علی بن حسین اور دوسرے بنی ہاشم کے پاس بھیج دیا، علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کا سر دیکھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رحمت بھیجی اور کہا:

"عبید اللہ بن زیاد کے پاس حسینؓ کا سر لایا گیا تو وہ ناشتہ کر رہا تھا ہمارے پاس بھی عبید اللہ کا سر لایا گیا ہے تو ہم لوگ بھی ناشتہ کر رہے ہیں"۔[1]

مختار بن ابی عبید ثقفی کا عبرت ناک انجام

اشراف کوفہ شبعث بن ربعی محمد بن اشعث اور بعض دوسرے ہزیمت خوردہ رؤساء نے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کی، ہم انتہا درجہ کے مظلوم ہیں یہاں تک کہ ہمارے ہی غلام ہم پر چڑھ آئے ہیں، آپ ہماری اعانت کیجئے اور ہمارے ساتھ ملکر مختار پر فوج کشی فرمائیے۔

علامہ ندویؒ لکھتے ہیں:

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کو جو فارس کا عامل تھا بصرہ بلا لیا اسکو اور دوسرے سرداران کوفہ کو ساتھ لیکر کوفہ کی طرف بڑھے، مختار کو جب خبر ہوئی تو اس نے احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار کا لشکر دیکر انکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا، مقام مزار پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فتح یاب ہوئے اور مختاری فوج کا تعاقب کرتے ہوئے کوفہ کے قریب تک پہنچ گئے۔ کوفہ میں مختار خود مقابلے کیلئے نکلا اور پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گیا مصعبؓ نے محاصرہ سخت کر دیا جب مختار کو مایوسی ہوئی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اس طرح بھوکا مرنے سے لڑتے ہوئے مر جانا بہتر ہے" مگر اس کے ساتھی اس کے لئے تیار نہ ہوئے، آخر مختار اپنے انیس جانثاروں کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھول کر نکلنے لگا تو اس نے اپنے ایک معتمد ساتھی سائب بن مالک اشعری کو بلایا اور کہا۔ "اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دین کیلئے نہیں بلکہ اپنے حسب کیلئے آخری مقابلہ کریں۔" سائب نے کہا" اناللہ وانا الیہ راجعون" اس وقت سائب پر اس کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ سائب نے کہا اے ابو اسحاق دنیا تو یہ سمجھ رہی تھی کہ تم دین کیلئے یہ جانبازی دکھا رہے ہو مختار نے جواب دیا:

"میری جان کی قسم نہیں یہ سب محض حصول دنیا کیلئے تھا میں نے دیکھا کہ شام عبد الملک کے پاس حجاز عبد اللہ بن زبیر کے قبضہ میں عروض پر نجدہ حروری قابض ہے اور خراسان پر عبد اللہ بن حازم کا تسلط ہے اور میرے حصہ میں کچھ بھی نہیں اس لئے میں نے بھی قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا اور اس آرزو کو پورا کرنے کیلئے میں نے انتقام حسین رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا"۔[1]

---

[1] ابن سعد، "طبقات ابن سعد" ج:۳، ص:۱۳۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

یہ کہہ کر باہر نکلا اور مردانہ وار لڑتا ہوا مارا گیا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مختار کا سر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ روانہ کر دیا اور اس کے ہاتھ کٹوا کر کوفہ کی جامع مسجد میں آویزاں کر دیئے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ مختار کا حب اہل بیت نبوت کا دعوی اور تحریک انتقام قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے مقصود دنیاوی اغراض ومقاصد اور حکومت کا حصول تھا اور حقیقت میں اسے خاندان نبوت سے کوئی محبت وعقیدت نہ تھی۔ اس طرح ایک اور جھوٹا مدعی نبوت وبانی تعزیہ وعلم داری اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ جس کی بد قماش ذرّیت آج بھی اس تیل فروش کی کرسی کو گلیوں اور چوراہوں میں لئے پھرتی ہے اور دعوی کرتی ہے کہ حامل کرسی شخصیت ان کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہو گی جو کہ سراسر ابلیسی ذہن کی اختراع اور جھوٹ کا پلندہ ہے جس کا قرآن وسنّت اور دین اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

جھوٹا مدعی نبوت مغیرہ بن سعید عجلی

ایک اور جھوٹا مدعی نبوت اور شاتم رسول ﷺ، مغیرہ بن سعید عجلی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں ظاہر ہوا یہ شخص والیٔ کوفہ خالد بن عبداللہ قسری کا آزاد کردہ غلام اور بڑا غالی رافضی تھا اس نے پہلے امامت کا پھر نبوت کا دعوی کیا اپنی جھوٹی نبوت کی دوکانداری چمکانے کیلئے بلند وبانگ دعوے شروع کر دیئے۔ کہتا تھا: میں اسم اعظم جانتا ہوں جس کی مدد سے مردوں کو زندہ اور لشکروں کو شکست دے سکتا ہوں اور اگر چاہوں تو قوم عاد وثمود اور ان کے درمیانی عہد کے افراد کو زندہ کر سکتا ہوں، مقابر میں جا کر بعض ساحرانہ کلمات پڑھتا تھا تو ٹڈیوں کی مانند چھوٹے چھوٹے جانور قبروں پر اڑتے دکھائی دیتے تھے مغیرہ کو جادو اور سحر میں مکمل دسترس حاصل تھی۔

علامہ جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالرحمٰن ابو یعلی بیان کرتے ہیں۔ بصرہ کے ایک صاحب طلب علم کیلئے آکر ہمارے ہاں ٹھہرے ایک دن میں نے اپنی خادمہ کو کہا کہ یہ دو درہم لے جا اور ان کی مچھلی خرید لا اس کے بعد میں اور مصری طالبعلم مغیرہ بن سعید عجلی کے پاس گئے مغیرہ مجھ سے کہنے لگا اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمھیں بتادوں کہ تم نے خادمہ کو کس کام کے لئے بھیجا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر کہنے لگا کہ اگر یہ چاہو تو میں تمہیں یہ بھی بتادوں کہ تمہارے والدین نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا تھا میں نے کہا نہیں پھر کہنے لگا تم نے اپنی خادمہ کو دو درہم کی مچھلی لینے بھیجا ہے یہ کہتے ہی ہم اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے"۔[3]

علامہ عبدالقاہر بغدادیؒ لکھتے ہیں:

---

[1] ندوی، "تاریخ بنو امیہ" ج:۲، ص:۸۷،۸۶

[2] سجاد میرٹھی، "تاریخ ملت" ج:۱، ص:۵۵۱

[3] طبری، "تاریخ طبری" ج:۵، ص:۱۳۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

''وکان ذ لک فی زمان الخلیفۃ ابی جعفر المنصور فبعث المنصور الی حرب محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین بعیسی بن موسی فی جیش کشیف وقاتلوامحمد ابالمدینۃ وقتلوہ فی المعرکۃ''.[1]

اس معرکہ میں محمد بن عبد اللہ بن الحسن نے جام شہادت نوش کیا اور خلدِ بریں میں پہنچ گئے، اس طرح جھوٹے نبی کی پیشین گوئی بھی جھوٹی نکلی اور اس کے بعض پیرو اس کی کذب بیانی کی وجہ سے اس پر لعنت کرنے لگے اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ لکھتے ہیں:

''فلما قتل محمد بن عبداللہ ابن الحسن بن الحسین بالمدینۃ اختلف المغیرۃ فیہ فرقتین فرقۃ اقروابقتلہ وتبرؤا من المغیرۃ بن سعید العجلی وقالوانہ کذب فی قولہ ان محمد بن عبداللہ بن الحسن ھو المہدی الذی ملک الارض لانہ قتل ومامک الارض و فرقۃ منھم ثبت علی موا لاۃ المغیرۃ بن سعید العجلی وقالت انہ صدق فی قولہ ان المہدی محمد بن عبداللہ وانہ لم یقتل وانما غاب عن عیون الناس وھوفی جبل حاجر من نا حیۃ نجدمقیم ھناک الی ان یؤمر بالخروج فیخرج ویملک الارض وتعقد البیعۃ بمکۃ بین الدکن والمقام فیہزمون الجیوش''.[2]

اس طرح مغیرہ کے بعض پیرونے اپنے جھوٹے نبی کی پیشین گوئی کو سچا ثابت کرنے کیلئے امام کے غائب ہونے کا عقیدہ وضع کر لیا کہ امام لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو کر ایک غار میں مستور ہو گیا ہے اور ایک مقررہ وقت (جو کسی کو بھی معلوم نہیں) پر خروج کر کے رکن اور مقام ابراہیم پر لوگوں سے بیعت لے گا، اس کا فرقہ محمد یہ آج بھی موجود ہے اور محمد بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسین کی آمد کا منتظر ہے۔

مغیرہ کا عبرت ناک انجام

مغیرہ کی ان خرافات کا علم والی عراق خالد بن عبد اللہ قسری کو ہوا کہ مغیرہ مدعی نبوت بنا بیٹھا ہوا ہے اور طرح طرح کی شناعتیں جاری کئے ہوئے ہیں تو اس کی گرفتاری کا حکم دیا مغیرہ کیساتھ اس کے چھ ساتھی بھی پکڑے گئے، خالد نے پوچھا کیا تمھیں نبوت کا دعوٰی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا پھر اس کے مریدین سے پوچھا کیا تم اس کو نبی یقین کرتے ہو، انہوں نے جواب دیا ہاں خالد نے مغیرہ کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔

علامہ طبریؒ لکھتے ہیں:

" خالد بن عبد اللہ نے سرکنڈوں کے گٹھے اور نفط منگوایا خالد نے مغیرہ کو حکم دیا کہ ایک گٹھے کو اٹھائے مغیرہ اس سے رکا اور ہچکچایا، خالد نے حکم دیا کہ مارو۔ معاً اس کے سر پر کوڑے پڑنے لگے، مغیرہ نے گھبرا کر گھٹا اپنی آغوش میں اٹھا لیا اسے اس گٹھے سے باندھ دیا گیا اب اس پر اور گٹھے پر روغن نفط ڈال کر آگ لگا دی گئی اور مغیرہ تھوڑی دیر میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔"[3]

---

[1] طبری، "تاریخ طبری" ج:۵، ص:۱۳۹

[2] بغدادی، عبد القاہر بن طاہر البغدادی، علاّمہ، امام، "الفرق بین الفرق" دارالافاق الجدیدہ بیروت لبنان، ۱۹۷۸ء، ص:۴۳

[3] بغدادی، "الفرق بین الفرق" ص:۲۳۰

اس طرح خالد بن عبداللہ کے ہاتھوں ایک اور جھوٹا مدعی نبوت اپنے انجام بد کو پہنچ گیا اور اس کے پیروا بھی تک محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین نفس ذکیہؒ کی آمد کے منتظر ہیں کہ کب وہ پردہ غیب سے ظہور میں آئیں گے اور روئے زمین پر ان کی بادشاہت قائم ہو گی اور ہم رکن اور مقام ابراہیم میں ان کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔

جھوٹا مدعی نبوت بیان بن سمعان تمیمی

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک اور شخص بیان بن سمعان تمیمی نے دعوی نبوت کر دیا۔ بیان بن سمعان تمیمی مغیرہ بن سعید عجلی کا معاصر تھا، فرقہ بیانیہ جو غلاۃ روافض کی شاخ ہے اسی بیان کی پیرو ہے اسکا دعوی تھا میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اسم اعظم کے ذریعے لشکر کو ہزیمت دے سکتا ہوں اور زہرہ کو بلاتا ہوں اور وہ میرے پکارنے پر جواب دیتا ہے ہزار ہا لوگ اس کی ملمع ساز گفتگو میں پھنس کر اس کی نبوت کے قائل ہو گئے تھے اور فرقہ بیانیہ کے نام سے مشہور ہوئے جو غالی رافضیوں کی شاخ ہے۔

بیان کا عبرت ناک انجام

علامہ طبریؒ لکھتے ہیں:

"جب مغیرہ جل کر سیاہ ہو چکا تو خالد نے بیان کو حکم دیا کہ سرکنڈوں کا ایک گٹھا تھام لے اس نے فوراً لپک کر ایک گٹھا بغل میں لے لیا، یہ دیکھ کر خالد نے کہا تم پر افسوس ہے کہ تم ہر کام میں حماقت اور تعجیل سے کام لیتے ہو۔ کیا تم نے مغیرہ کا حشر نہیں دیکھا؟ اس کے بعد خالد کہنے لگا کہ تمہارا دعوی ہے کہ تم اپنے اسم اعظم کے ساتھ لشکروں کو ہزیمت دیتے ہو۔ اب یہ کام کرو کہ مجھے اور میرے عملہ کو جو تیری جان لینے کے درپے ہے ہزیمت دے کر اپنے آپ کو بچالو، لیکن وہ جھوٹا تھا لب کشائی نہ کر سکا۔ آخر مغیرہ کی طرح اس کو بھی زندہ جلا کر بے نشان کر دیا گیا"۔[1]

اسطرح بیان بن سمعان تمیمی بھی اپنے پیرو کو چھوڑ کر واصل جہنم ہوا۔

جھوٹا مدعی نبوت ابو منصور عجلی

ایک اور شخص ابو منصور عجلی نے ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں دعویٰ نبوت کر دیا یہ شخص شروع میں امام جعفر صادقؒ کا معتقد اور غالی رافضی تھا جب امام ہمامؒ نے اسے عقائد رافضیہ کے باعث اپنے ہاں سے نکال دیا تو اس نے خود دعویٰ امامت کی ٹھان لی۔ چنانچہ چند ہی روز بعد دعوی کر دیا کہ میں امام محمد بن باقرؒ کا خلیفہ وجانشین ہوں اور انکا درجہ امامت میری طرف منتقل ہو گیا ہے بہت سارے لوگوں نے اس کی تائید کی اور اس کے گروہ میں شامل ہو گئے جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح یہ بھی نصوص صریحہ کی عجیب وغریب تاویلات کیساتھ ساتھ دین اسلام کے بنیادی عقائد کا بھی منکر تھا۔

علامہ عبدالقاہر بغدادیؒ لکھتے ہیں:

---

[1] محمد رفیق، "آئمہ تلبیس" ص:۱۵۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

''وكفرت هذه الطائفة بالقيامة والجنة والناروتأولواالجنة على نعيم الدنيا والنار على محن الناس فى الدنيا واستحلوامع هذه الضلالة خنق مخا لفيهم واستمرت فتنتهم على عادتهم''.[1]

اس طرح باطل تاویلات کے ذریعے اس نے لوگوں کو گمراہ کیا اوران کو بتایا کہ جنت سے مراد دنیا کی نعمتیں ہیں اور دوزخ سے مراد دنیا کی مصیبتیں ہیں آخرت میں کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے دنیا ہی میں ہے۔

عقائد و نظریات ابو منصور عجلی

ابو منصور کے نزدیک نبوت حضرت قاسم الانبیاء ﷺ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک نبی اور رسول آتے رہیں گے، اسطرح کی کئی دوسری خرافات اس نے وضع کیں۔

ابو القاسم دلاوریؒ لکھتے ہیں:

''ابو منصور کی یہ تعلیم تھی کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا ہے اس سے تمام تکلیفات شرعیہ اٹھ جاتی ہیں اور اسکے لئے شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی اور جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کردے جو عقائد میں ابو منصور سے مختلف الخیال ہوں تو اسے قرب خداوندی میں جگہ مل جاتی ہے، اس کی تعلیمات شنیعہ میں یہ چیز داخل تھی کہ جبرائیل امین نے پیغام رسانی میں خطاء کی انہیں حضرت علیؓ کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ غلطی سے جناب محمد ﷺ کو پیغام الٰہی پہنچا گئے''۔[2]

اس طرح اس نے بہت سارے افعال شنیعہ کی بنیاد ڈالی اور اپنے عقائد و تعلیمات میں جبرائیل امین اور آپ ﷺ کی ختمِ نبوت پر ڈاکہ زنی بھی کی۔ ان سب خرافات میں بڑھ کر یہ کہ ابو منصور اپنے آپ کو خالق پروردگار کا ہم شکل بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ امام باقرؒ کی وفات کے بعد اللہ نے مجھے آسمان پر بلایا شرف ہم کلامی بخشا میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اے بیٹا لوگوں کے پاس میرا پیغام پہنچا!

ابو منصور کا عبرت ناک انجام

جب یوسف بن عمر ثقفی کو جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی طرف سے عراق کا والی تھا ابو منصور عجلی کی تعلیمات کفریہ کا علم ہوا تو اس نے اسکی گرفتاری کا حکم دیا۔

علامہ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں:

''وقف يوسف ابن عمر الثقفى والى العراق فى زمانه على عورات المنصورية فاخذ ابا منصور العجلى وصلبه''.[3]

---

[1] طبری، ''تاریخ طبری'' ج:۵، ص:۱۳۸

[2] بغدادی، ''الفرق بین الفرق'' ص:۲۳۵

[3] محمد رفیق، ''آئمہ تلبیس'' ص:۱۵۴

حرفِ سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

یوسف بن عمر ثقفی نے اس کو گرفتار کرا کے کوفہ میں تختہ دار پر چڑھا دیا، اس طرح ایک اور جھوٹا مدعی نبوت اپنے انجام بد کو پہنچا۔ اور مسلمانان عالم اسلام کو اس فتنہ خبیثہ سے نجات حاصل ہوئی اسطرح دور اموی میں جن بدبختوں نے ملک گیری کی ہوس اور جاہ حشمت کے لالچ میں اپنی جھوٹی نبوت کی دکانداری چمکانے کی کوشش کی تو سرفروشانِ اسلام نے نہ صرف جھوٹے مدعیان نبوت کو بلکہ ان کے دست وبازو بننے والے افراد کو بھی نشان عبرت بنا دیا۔

شاتمین رسول ﷺ، اور جھوٹے مدعیان نبوت دورِ عباسی میں:

خلافت عباسیہ کا آغاز ابو العباس السفاح سے ہوتا ہے ابو العباس ایک سو دو ہجری میں یزید بن عبد الملک کے زمانہ حکومت میں مقام حمیمہ میں پیدا ہوا، علم حدیث اپنے بھائی امام ابراہیم سے حاصل کیا۔ حسن اخلاق، سخاوت، شجاعت و دلیری جیسے اوصاف حسنہ سے متصف تھا، خلافت عباسیہ میں بھی کچھ ناہنجار لوگوں نے ملک گیری کی ہوس اور جاہ حشمت کی لالچ میں اپنی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر خلق خدا کو طاغوت کے راستہ پر چلانے کی سعی مذموم کی اور کسی حد تک اپنے اس مذموم اور قبیح مقصد میں کامیاب بھی ہوئے لیکن جاء الحق وزھق الباطل کے روشن اور لاریب اعلان کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ بعد غیرت وحمیت اور عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار غلامان رسول ﷺ نے ان مدعیان نبوت کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کیا اور ان کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے افراد کو دوبارہ صراطِ مستقیم دکھایا۔

جھوٹا شاتم رسول استاد سیس خراسانی

خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ خلافت میں ایک شخص استاد سیس خراسانی نے اطراف خراسان میں دعوٰی نبوت کر دیا۔ دعوٰی نبوت کے بعد چند ہی سالوں میں اس کے پیروکی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی، اتنی بڑی جمعیت دیکھ کر اس کے دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی اور وہ خراسان کے اکثر علاقوں پر قابض آگیا۔ خلیفہ منصور عباسی کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے گورنر مرو دوز اجشم کو اس کے مقابلے کیلئے روانہ کیا، استاد سیس کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہونے کی بنا پر اجشم کے لشکر کو فتح حاصل نہ ہوئی اور اجشم بھی اس معرکہ میں شہید ہو گیا۔ اجشم اور اس کے لشکر کی ہزیمت کے بعد خلیفہ نے مزید دستے اس کے مقابلے کیلئے روانہ کئے جن میں بعض قتل بعض قیدی بن گئے اور بعض شکست خوردہ اپنے علاقہ واپس لوٹ گئے۔ اس وقت خلیفہ ابو جعفر منصور مقام راذان پر خیمہ زن تھا اور اپنے عساکر کی مسلسل ہزیمتوں اور پامالیوں پر سخت پریشان تھا آخر ایک نہایت جنگجو فوجی آفسر خازم بن خزیمہ کو بارہ ہزار کی جمعیت کیساتھ ولی عہد سلطنت مہدی نیشاپور کے پاس بھیجا کہ اس کی صوابدید کے مطابق استاد سیس کے مقابلہ پر جائے المہدی نے مزید فوج دیکر خازم کو استاد سیس کے مقابلے پر روانہ کیا۔

ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

" فولاة المهدی محاربة استاذ سیس وضمّ الیه القواد فسار خازم واخذ معه من انهزم وجعلهم فی أخریات الناس یكثربهم من معه وكان معه من هذه الطبقة اثنان وعشرون الفا ثم انتخب منهم ستة آلاف رجل وضمهم الی اثنی عشر آلفا كانوا معه من المنتخبین وكان بكار بن سلم فیمن انتخب وتعبا للقتال فجعل الهیثم بن شعبه بن ظهیر علی میمنة ونهاربن حصین السعدی علی میسرته وبكار بن سلم العقیلی فی مقدمته وكان لواؤه مع الزبرقان"۔[1]

المہدی نے خازم کو چالیس ہزار کے لشکر جرار کیساتھ استاد سیس کے مقابلے پر روانہ کر دیا اور فوج کو تین حصوں میں منقسم کیا، خازم نے میدان کارزار میں پہنچ کر استاد سیس کو دھوکہ دینے کی غرض سے متعدد خندقیں اور مورچے قائم کئے اور ایک خندق کو دوسری خندق سے بذریعہ سرنگ ملا دیا اور ایک بہت بڑی خندق اپنے لشکر کیلئے کھدوائی جس میں خازم کا سارا لشکر سما سکتا تھا اور اس کے چار دروازے بنوائے اور ہر دروازہ پر ایک ایک ہزار سپاہی جنگجو سرداروں کی قیادت میں متعین کیے۔

---

[1] ابن اثیر، "الکامل فی التاریخ"۔ ج:۵، ص:۱۶۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

استاد سیس کی ہزیمت اور گرفتاری: استاد سیس کے پیرو بھی سازوسامان سے لیس ہو کر میدان کارزار میں آئے اور بکار بن سلم کیساتھ مقابلہ شروع ہو گیا، بکار بن سلم اور اس کی فوج نے اس قدر بے جگری سے مقابلہ کیا کہ استاد سیس اور اس کی فوج کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ دوسری طرف سے استاد سیس نے خازم بن خزیمہ اور اس کی فوج پر دھاوا بول دیا خازم نے سینہ سپر ہو کر استاد سیس اور اس کے لشکر کا مقابلہ کیا اسی اثنا میں ہیثم نے اپنے لشکر کیساتھ عقب سے استاد سیس اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا استاد سیس کی فوج اس حملہ کی تاب نہ لا کر حواس باختہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگی جن کو مسلمانوں نے اپنی تلواروں اور نیزوں پر رکھ لیا اور میدان جنگ میں ہر طرف مرتدین کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔

ابن اثیرؒ لکھتے ہیں

''فهزموهم ووضعوا فيهم السيوف فقتلهم المسلمون فأكثروا وكان عددمن قتل سبعين ألفا واسروا اربعة عشر الفا ونجا استاذ سيس الى جبل فى نفر يسير وحصر هم خازم وقتل الاسرى''.[1]

مسلمانوں نے جرأت اور بہادری کیساتھ جھوٹے مدعی نبوت استاد سیس اور اس کی فوج کا مقابلہ کیا، جس میں دشمن کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا، دشمن کے ستر ہزار آدمی قتل اور چودہ ہزار قیدی ہوئے اور خود مدعی نبوت اپنے تیس ہزار لشکر کیساتھ بھاگ کر ایک پہاڑ میں جا چھپا، خازم نے فوراً محاصرہ کر لیا دوسری طرف سے مسلمانوں کی مزید فوج ابو عون کی قیادت میں اس جگہ پہنچ گئی۔ آخر استاد سیس نے محاصرہ سے تنگ آ کر اپنے آپ کو خازم بن خزیمہ کے سپرد کر دیا استاد سیس اپنے بیٹوں سمیت گرفتار کر لیا گیا اور باقی افراد کو رہا کر دیا گیا۔ اس جنگ کا فتح نامہ مہدی کی خدمت میں بھیج دیا گیا اور مہدی نے خلیفہ منصور عباسی کی طرف اپنی کامیابی کی سرگزشت ارسال کر دی۔ اس طرح اس جھوٹے مدعی نبوت کے فتنے کا استیصال ہوا اور مسلمانان عالمِ اسلام نے سکھ کا سانس لیا۔

اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب محمود بن فرج نیشاپوری

ایک اور مدعی نبوت محمود بن فرج نیشاپوری خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ کے زمانہ خلافت میں ظاہر ہوا اس کا دعوی تھا کہ میں ذوالقرنین ہوں اور اس کی دعوت کو قبول کرنیوالے ستائیس آدمی تھے ان میں سے دو شخص سامرا میں اور دو آدمی بغداد کے مدینہ منصور کی مسجد میں ظاہر ہوئے۔

محمود کی گرفتاری اور عبرت ناک انجام

خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ کو جب اس مدعی نبوت اور اسکے پیرو کا علم ہوا تو ان کی گرفتاری کا حکم دیا چند روز بعد محمود اور اس کے پیرو مع اہل وعیال گرفتار کر کے متوکل کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ محمود کے پاس سے ایک مصحف بھی ملا جس میں کچھ باتیں جمع کی تھیں اسے وہ اپنا قرآن کہتا تھا کہ اسے جبرائیل میرے پاس لیکر آئے تھے متوکل نے تمام افراد کو درّے لگانے کا حکم دیا گیا۔

علامہ طبریؒ لکھتے ہیں:

---

[1] ابن اثیر، ''الکامل فی التاریخ''۔ ج:۵، ص:۱۶۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"محمود کو سو درّے مارے گئے تب بھی اس نے اپنی نبوت سے انکار نہ کیا اس کے پیرو میں ایک بڑھا جو اسکی پیغمبری کی گواہی دیتا تھا چالیس ہی درّے کھا کر اس کی پیغمبری سے منکر ہو گیا اس کے بعد محمود کو دروازہ عام پر لے گئے جہاں اس نے اپنی تکذیب کی۔ بڑھے نے اعلان کیا کہ محمود نے مجھے فریب دیا تھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمائش کی کہ اسے طمانچے لگائیں سب نے دس دس طمانچے لگائے چنانچہ اسی سال ذی الحجہ میں مر گیا اور جزیرے میں دفن کیا گیا"۔[1]

اس طرح آخر وقت میں جلاد کے کوڑوں اور رسوائی زمانہ کے خوف سے اپنی جھوٹی نبوت سے منکر ہو کر سچ بات کا اظہار کر دیا اور اپنی اصلیت کو پہچان گیا اس لیے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور وہیں پر وہ مر گیا، اس طرح ایک اور جھوٹا مدعی نبوت اپنے انجام بد کو پہنچا اور مسلمانان عالم اسلام کو اس فتنہ عظیم سے نجات حاصل ہوئی۔

جھوٹا مدعی نبوت علی بن محمد بن عبد الرحیم

ایک اور شخص علی بن محمد بن عبد الرحیم نے خلیفہ محمد بن واثق المعروف بہ المہدی باللہ کے زمانہ خلافت میں دعوی نبوت کر دیا۔ علی بن محمد بن عبد الرحیم خوارج کے فرقہ زاراقہ سے تعلق رکھتا تھا دو سو انچاس ہجری میں بغداد سے بحرین چلا گیا اور دعوی نبوت کر کے لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دینے لگا کہ مجھ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اور خدائے بزرگ وبرتر نے میری نبوت وامامت کی بہت سی نشانیاں ظاہر فرمائی ہیں۔

علی بن محمد کی من گھڑت وحی

علامہ ابن اثیرؒ اس کی وحی کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوتیت فی تلک الایام بالبادیۃ من أیات امامتی ظاهرة للناس منها انی لقنت سورامن القرآن فجری بها لسانی فی ساعۃ وحفظتها فی دفعۃ واحدة منها سبحان والکهف وص ومنها انی فکرت فی الموضع الذی اقصده حیث اتیت فی البلاد فاظلتنی غمامۃ وخوطبت منها فقیل لی اقصدالبصرة''۔[2]

اس طرح مسجع عربی عبارات کو وحی الٰہی کا نام دیکر عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے لگا اور اپنے نئے دین کی دعوت دینے لگا، اس نے اپنا ایک صحیفہ بنا رکھا تھا جس کو صحیفہ آسمانی کا نام دے رکھا تھا اور اس میں بعض سورتوں کے نام "سبحان، کہف اور ص، تھے۔ تقریباً پانچ سال تک بحرین میں قیام کرنے کے بعد ایک دن اپنے پیرو سے کہنے لگا مجھے خدا کی طرف سے حکم ملا ہے۔ میں یہاں سے بصرہ چلا جاؤں اور وہاں کے لوگوں کو نجات اخروی کا راستہ دکھاؤں، چنانچہ دو سو چون ہجری میں اپنے چند پیرو کی رفاقت میں بصرہ چلا گیا، بصرہ پہنچ کر قصر قرشی میں قیام کیا اور اعلان کر دیا۔ جو حبشی غلام میری پناہ میں آجائیں گے میں ان کو آزاد کر دونگا اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ حبشی غلام ملک کے اطراف واکناف سے بھاگ بھاگ کر اس کے پاس آنا شروع ہو گئے اور ایک جم غفیر اس کے گرد جمع ہو گیا اس نے ایک پر جوش تقریر کر کے ان کو ملک ومال دینے کا وعدہ کیا، حسن سلوک اور احسان کرنے کی قسم کھائی۔

ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

---

[1] طبری، "تاریخ طبری" ج:۷، ص:۳۳

[2] ابن اثیر، "الکامل فی التاریخ" ج:۶، ص:۲۶۴

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

'' فکتب فی حریرۃ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان اللہ لهم الجنۃ الایۃ وجعلها فی راس مردی ومازال یدعو غلمان اهل البصرۃ ویقبلون الیہ للخلاص من الرق والتعب فاجتمع عندہ منهم خلق کثیر فخطبهم ووعدهم ان یقو دهم ویملکهم الاموال''۔[1]

ملک کے چہار طرف سے حبشی غلام جوق در جوق اس کے جھنڈے تلے آکر خود کو غلامی سے آزاد کراتے جارہے تھے یہ شخص ہر وقت ان لوگوں کو اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے ابھارتا اور ملک ومال پر قبضہ کرنے کی ترغیب دلاتا، اسی اثنا میں حبشی غلاموں کے آقا ایک ایک دو دو کرکے علی بن محمد بن عبدالرحیم جھوٹے مدعی نبوت کے پاس اپنے غلاموں کی نسبت سفارش کرنے کو آئے۔ علی نے اشارہ کردیا حبشی غلاموں نے اپنے آقاؤں کو مارنا اور قید کرنا شروع کردیا اس طرح جب حبشی غلاموں کی ایک بڑی جمعیت اس کے جھنڈے نیچے اپنی جان تک کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئی تو اس نے قادسیہ اور اس کے ملحقہ علاقوں کو تاخت و تاراج کیا جہاں کہیں حکام نے اس کا مقابلہ کیا ہزیمت اٹھائی۔ ان واقعات سے اس کی قوت اور بھی بڑھ گئی، اہل بصرہ پانچ دفعہ اس کے مقابلے میں آئے لیکن ہر دفعہ شکست اٹھائی، علی بن محمد کے فتنہ کے استیصال کیلئے دربار خلافت سے یکے بعد دیگرے کئی سپہ سالار اپنی اپنی افواج کیساتھ مدمقابل ہوئے مگر تمام شکست کھا کر اور مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ابوالعباس اور علی بن محمد کے مابین فیصلہ کن جنگ

آخر خلیفہ وقت المہتدی باللہ نے علی بن محمد کے پیروؤں کی سالہا سال کی کامیابیوں اور عساکر سلطانی کی ہزیمتوں سے ملول ہوکر اپنے بھتیجے ابوالعباس معتضد بن موفق کو زنگیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا، ابوالعباس ربیع الثانی دوسو چھیاسٹھ ہجری کو دس ہزار فوج پیادہ وسوار کی جمعیت سے زنگیوں کی طرف روانہ ہوا، ابوالعباس نے قصبہ '' صلح'' میں پہنچ کر فریق مقابل کی خبریں لانے کیلئے جاسوس بھیجے، جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ زنگیوں کا لشکر بھی آن پہنچا ہے۔

ابوالقاسم دلاوریؒ لکھتے ہیں:

''ابوالعباس متعارف راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ سے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا، اثناءً راستہ میں غنیم کے مقدمۃ الجیش سے مڈ بھیڑ ہوگئی، ابوالعباس نے زنگیوں پر پر زور حملہ کیا، زنگی پسپائی اختیار کرنے لگے۔ سمندر کی جانب سے لشکر اسلام کی قیادت ابوحمزہ نصری کے سپرد تھی جب زنگی بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تو ابوالعباس نے للکار کر کہا ''نصیر کیا دیکھتے ہو؟ یہ کتے اب آگے نہ بڑھنے پائیں'' ابوحمزہ نے بھی زنگیوں پر حملہ کردیا زنگی چاروں طرف سے گھیرے میں آگئے اور حواس باختہ ہوکر ادھر ادھر بھاگنے لگے، لشکر اسلام نے چھ میل تک تعاقب کیا اور جو کچھ غنیم کے لشکر میں تھا لوٹ لیا''۔[2]

یہ پہلی فتح تھی جو شاہی فوج کو سالہا سال کی متواتر اور مسلسل ہزیمتوں کے بعد زنگیوں کے مقابلے میں نصیب ہوئی تھی، اس فتح کے بعد مسلمانوں کے حوصلوں کو تقویت ملی اور دشمنان اسلام خاک چاٹنے پر مجبور ہوئے۔

علی بن محمد کا عبرت ناک انجام

---

[1] ابن اثیر، ''الکامل فی التاریخ''ج:۶، ص:۲۶۶

[2] محمد رفیق، ''آئمہ تلبیس''ص:۲۰۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اس فیصلہ کن جنگ اور فتح کے بعد مختلف مقامات پر کفر اور اسلام کے مابین عرصہ چار سال تک خونریز معرکے ہوئے، جس میں فتح وکامیابی مسلمانوں کا مقدر بنتی رہی، لشکر اسلام اور جھوٹے مدعی نبوت کے درمیان فیصلہ کن جنگ ستائیس محرم دوسوستر ہجری کو "مختارہ" شہر میں ہوئی۔

ابوالقاسم دلاوریؒ لکھتے ہیں:

"دونوں فوجوں کے مابین گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی دونوں طرف سے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ ہوا آخر زنگی دم توڑ گئے، بہت سے زنگی سپاہی مارے گئے، کئی ایک بھاگ گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور خود علی خارجی چند فوجی افسروں کو ساتھ لے کر نہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا، اسلامی فوج تعاقب کرتی ہوئی نہایت تیزی کیساتھ اس کے سر جا پہنچی پھر مقابلہ شروع ہوگیا زنگی افسر مارے گئے کچھ بھاگ گئے اور علی خارجی کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھالیا"۔[1]

ابوالعباس معتضد بن موفق نے سجدہ شکر ادا کیا اور کامیاب وکامران اپنے خیمہ میں لوٹ آیا اور مسلم قیدیوں کو رہائی نصیب ہوئی۔ علی خارجی کی فوج کے سپہ سالار خلیل، انکلا، ہلبی اور ابن ابان پانچ ہزار زنگیوں سمیت گرفتار ہوگئے۔ ابوالعباس نے اس فتنہ کے استیصال کے بعد بلاد اسلامیہ میں زنگیوں کی واپسی اور امن دینے کا عام اعلان کروادیا، ابوالعباس مظفر ومنصور دوسوستر ہجری کو بغداد پہنچا، اہل بغداد نے بڑی خوشیاں منائیں اور شہر میں چراغاں کیا، گیا زنگیوں کا خانہ ساز نبی اپنی حکومت کے چودہ سال چار مہینے گزارنے کے بعد واصل جہنم ہوا۔

اس طرح ایک اور جھوٹا اور اہانت رسول ﷺ کا مرتکب شخص اپنے انجام بد کو پہنچا اور ملت اسلامیہ کو اس عظیم فتنہ خبیثہ سے نجات حاصل ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں حضور خاتم النبیین ﷺ کی عزت وناموس کا معاملہ آیا مسلمانان عالم اسلام نے ہر قیمت پر آپ ﷺ کی عزت وناموس اور آپکی ختم نبوت کا تحفظ کیا ہے اور ان شاءاللہ کرتے رہیں گے۔ ذریت مسیلمہ کذاب کی اسی طرز اور نہج پر بیخ کنی کی جاتی رہے گی جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تھی، اور اگر اس مقصد کیلئے ہمیں اصحاب پیغمبر ﷺ کی طرح اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو ان شاءاللہ امت مسلمہ کے غیور مسلمان اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے کیونکہ اسی میں حیات جاوداں مستور ہے۔

تحفظ ختم نبوت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کا کام کرنے والے لوگ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس کے وکیل ہیں، دشمنان رسول ﷺ اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب حضور ﷺ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں توہین کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو لوگ ان بدبختوں کو جواب دیتے ہیں ان کے جھوٹے الزامات کارد کرتے ہیں دراصل وہی لوگ شان رسالت مآب ﷺ کے وکیل ہیں، ایسے خوش نصیبوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رحمت ہر وقت اپنی آغوش میں لیے رکھتی ہے، بلاشبہ یہ بڑے کرم کے فیصلے اور بڑے نصیب کی بات ہے۔ آج بھی جو شخص یہ گواہی دیتا ہے حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی شخص دعوی نبوت کرتا ہے تو وہ جھوٹا، دجال، کذاب، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے، اس گواہی پر حضور ﷺ بے حد خوش ہوتے ہیں اور انعام کے طور پر ایسے شخص کو شفاعت محمدی ﷺ کا پروانہ نصیب ہوتا ہے۔

---

[1] محمد رفیق، "آئمہ تلبیس" ص:۲۲۰